ایک پیر اور نواب کی سیاسی چشمک کے شکار شخص کی داستان (ہوشربا(حصہ اول

اس کے نام کی پورے پاکستان میں زبردست دھوم ہی نہیں تھی بلکہ غیر ملکی ذرائع ابلاغ بھی ایک عرصہ تک اس شخص سے متعلق سنسنی غیر معاملات نشر کرتے رہے۔ اس شخص نے حکومت کے ہوتے ہوئے اپنی الگ حکومت قائم کر رکھی تھی وادی سون تحصیل چکوال تحصیل پنڈی گھیب اور تلہ گنگ میں صرف اس کا حکم چلتا تھا۔ ان علاقوں پر مشتمل اس نے اپنی ریاست بنار کھی تھی۔ جس کا یہ بے تاج بادشاہ تھا عدالتیں قائم تھیں۔ سینکڑوں سپاہی اور ہزاروں کارندے تھے جن میں بیشتر مسلح ہوتے۔ علمائے کرام کی موجودگی میں باقاعدہ ملزموں کے مقدمات کی سماعت ہوتی۔ فیصلے سناتے جاتے اور موقعہ پر اپنے سامنے عمل در آمد کرایا جاتا۔ اخبارات میں اس شخص کو وادی سون کا بے تاج بادشاہ لکھا جاتا تھا اس کی دہشت اتنی زیادہ تھی کہ ایک طویل عرصہ تک سرگودہا سے راولپنڈی کو رات کے وقت بسیں نہیں چلتی تھی یہ اپنے دور کا نامی گرامی اور خطرناک ترین شخص محمد خان ڈاکو کے نام سے مشہور ہوا۔ اسے مختلف مقدمات میں پانچ بار سزائے موت اور ایک سو پچاس سال قید بامشقت کی سزا ہوئی۔

محمد خان ڈھرنالیہ۔۔۔ تحریر و تحقیق محمد علی اسد بھٹی

ابتدائی حالات اور خانداناس کے نام کی پورے پاکستان میں زبردست دھوم ہی نہیں تھی بلکہ غیر ملکی ذرائع ابلاغ بھی ایک عرصہ تک اس شخص سے متعلق سنسنی غیر معاملات نشر کرتے رہے۔ اس شخص نے حکومت کے ہوتے ہوئے اپنی الگ حکومت قائم کر رکھی تھی وادی سون تحصیل چکوال تحصیل پنڈی گھیب اور تلہ گنگ میں صرف اس کا حکم چلتا تھا۔ ان علاقوں پر مشتمل اس نے اپنی ریاست بنا رکھی تھی۔ جس کا یہ بے تاج باد شاہ تھا عدالتیں قائم تھیں۔ سینکڑوں سپاہی اور ہزاروں کارندے تھے جن میں بیشتر مسلح ہوتے۔ علمائے کرام کی موجودگی میں باقاعدہ ملزموں کے مقدمات کی سماعت ہوتی۔ فیصلے سناتے جاتے اور موقعہ پر اپنے سامنے عمل در آمد کرایا جاتا۔ اخبارات میں اس شخص کو وادی سون کا بے تاج بادشاہ لکھا جاتا تھا اس کی دہشت اتنی زیادہ تھی کہ ایک طویل عرصہ تک سرگودہا سے راولپنڈی کو رات کے وقت بسیں نہیں چلتی تھی یہ اپنے دور کا نامی گرامی اور خطرناک ترین شخص محمد خان ڈاکو کے نام سے مشہور ہوا۔ اسے مختلف مقدمات میں پانچ بار سزائے موت اور ایک سو پچاس سال قید بامشقت کی سزا ہوئی۔

محمد خان ڈھرنالیہ ۔۔۔ تحریر و تحقیق محمد علی اسد بھٹی

ابتدائی حالات اور خاندان

ضلع اٹک تحصیل تلہ گنگ میں ڈھرنال نام کا موضع ہے جس کی آبادی یہاں زیادہ تر اعوان اور سید آباد ہیں۔ محمد خان کے داد فوج میں دفعہ دار تھے پہلی جنگ عظیم کے وقت اس کے والد ملک لال خان فوج کے شعبہ رسالہ میں ملازم تھے۔ جو ملازمت کے بعد زمینوں کی دیکھ بھال کرتے تھے زرعی رقبہ کافی تھا اور بڑی خوشحالی سے زندگی بسر ہو رہی تھی اس کا گھرانہ کٹر دینی گھرانہ تھا ماں‘ باپ‘ بہن‘ بھائی سب نمازی پرہیز گار تھے وہ بھی بچپن سے نماز پڑھنے کا عادی تھا۔ ایک بہن اور پانچ بھائی تھے۔ ایک بہن اور تین بھائی محمدخان سے بڑے تھے جبکہ ایک چھوٹا تھا۔ بڑا بھائی رن باز خان فوج میں بٹالین حوالدار اور میجر تھا اور حافظ قرآن تھا ‘ اس سے چھوٹا علی خان‘ پھر ہاشم خان چوتھے درجے پر محمد خان اور اس سے چھوٹے

بھائی کا نام محمد بشیر تھا۔ رن باز خان اور علی خان کو مخالف فریقین نے قتل کر دیا جبکہ محمد خان سے بڑا ہاشم خان 1963ء میں دوران مفرور طبعی موت مرا۔ اس کے تینوں بھائی فوج ملازم تھے۔ بڑے اطمینان سے وقت گزر رہا تھا۔ جب کہ 1940ء میں دوسری جنگ عظیم لگی تو اس وقت محمد خان کی عمر 14 سال تھی۔ اس کے چچا ملک اللہ یار خان ان دنوں یو پی میں تھے یہ سیون راجپوت یونٹ کے حوالدار تھے وہاں کھلی بھرتی ہو رہی تھی۔ محمد خان کو بھی فوج میں بھرتی ہو کر خدمات سر انجام دینے کا بہت شوق تھا اسی شوق کے حصول کی خاطر وہ اپنے چچا جان کے پاس یوپی چلا گیا اور فوج میں سپاہی کی حیثیت سے بھرتی ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کے عہدے میں ایک درجہ ترقی ہو گئی اور 1947ء تک وہ وہیں رہا۔ پاکستان بننے کے بعد وہ اٹھا ون پنجاب رجمنٹ

میں چلا گیا۔ اس کا زیادہ وقت کشمیر کے محاذ پر گزرا۔ 1950ء تک اسی محاذ پر رہا۔ محمد خان ایک ذمہ دار محب وطن سپاہی کی حیثیت سے نمایاں پوزیشن کا حامل تھا اس نے کبھی اپنے افسروں کو کسی شکایت کا موقع نہیں دیا۔ زندگی کی شاہراہ پر سانسوں کا کارواں چل رہا تھا۔ محمد خان کے خاندان کے کسی کے ساتھ جدی پشتی دشمنی نہیں تھی اور نہ ہی اس کے خاندان میں کبھی لڑائی جھگڑا ہوا تھا۔ اس کے والد بھی بڑے مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے کسی قسم کا فکر اور غم نہیں تھا۔ 1950ء میں وہ دو ماہ کی چھٹی لے کر گھر آیا تو حالات کے بے رحم سائے اس کے سروں پر بھوکی چیلوں کی طرح منڈلانے لگے۔موضع ڈھرنال کے نمبردار ملک لال خان اور محمد خان کے بڑے بھائی ہاشم خان کی سیاسی دھڑے بندیوں کی وجہ سے آپس میں ان بن ہو گئی نمبردار جس دھڑے کی سپورٹ کرتا تھا ہاشم خان اس کے مخالف دھڑے کا حمایتی تھا اس وقت الیکشن کا معاملہ چل رہا تھا دونوں کو پکا کرنے کی مہم جاری تھی۔ ایک بہت بڑی سیاسی شخصیت نمبردار کی پشت پناہی کررہی تھی۔ سردیوں کا موسم تھا رات کے 12 بج رہے تھے۔ محمد خان اپنے گھر والوں کے ہمراہ کسی بھی سازش سے بے نیاز اپنے گھر سو رہا تھا اس کی چھٹی ختم ہونے میں تین دن باقی تھے کہ نمبردار لال خان نے پولیس سے ساز باز کر کے ایک ڈرامہ کھیلا اس

نے اپنے تین آدمیوں کو لوڈ کی ہوئیں بندوقیں دیں اور ہدایت کی کہ وہ آدھی رات کے وقت اس کے گھرفائرنگ شروع کر دیں' وہ ایک بہت کھلی حویلی میں رہتا تھا جو گاؤں کے وسط میں واقع تھی ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا لوگ اپنے اپنے گھروں میں نیند کے مزے لوٹ رہے تھے آدھی رات ہوئی تو گولیاں چلنے کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں کوئی نہیں جانتا تھا کہ گولیاں کیوں چل رہی ہیں۔ صبح ہوئی تو ڈھرنال کے ملحقہ لاوہ میں محمد خان اور اس کے بھائی ہاشم خان پر 307 ارادہ قتل 392 ڈکیتی کانامزد پرچہ درج کر دیا گیا۔ کہانی یہ بنائی گئی کہ یہ دونوں بھائی مسلح ہو کر لال خان کے گھراسے قتل کرنے اور ڈاکہ ڈالنے گئے۔ لال خان ہاتھ نہ لگ سکا تو مال لوٹ کر فائرنگ کرتے ہوئے فرار ہو گئے۔ اس من گھڑت کہانی نے محمد خان کے ہوش اڑا کر رکھ دیئے یہ سراسر زیادتی اور ظلم تھا لیکن کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا پولیس نے موقع ملاحظہ کر کے ملزموں کی تلاش شروع کر دی۔ محمد خان کی چھٹی ختم ہو گئی تھی اور اسے ایبٹ آباد نوکری پر حاضر ہونا تھا اس نے بھائی ہاشم خان اور ایک دوست فتح شیر خان سے کہا کہ وہ چکوال ریلوے اسٹیشن پر اسے ریل میں سوار کرا آئیں' نمبردار لال خان نے چکوال کے تھانے دار کو جوا س کا کلاس فیلو تھا ان کی گرفتاری کا پیغام بھجوا دیا وہ پولیس کی بھاری نفری لے کر ریلوے اسٹیشن پہنچ گیا۔وہ جونہی ریل میں سوار ہونے لگے پولیس نے انہیں گرفتار کر لیا بعدازاں چکوال کی حوالات میں بند کر دیا اور تینوں کاچالان کر کے متعلقہ جیل بھیج دیا گیا۔ تھانے دار نے محمد خان پر رائفل' اس کے بھائی پر پستول اور فتح شیر خان پر برچھی کی جعلی برآمدگی ڈال دی حالانکہ وہ تینوں خالی ہاتھ تھے' محمد خان کرائے اور خرچے کیلئے گھر سے پانچ سو روپے لایا تھا پولیس نے اس رقم کو ڈاکے میں لوٹی ہوئی رقم قراردے کر برآمدگی ڈال دی اور انہیں کیمبل پور منتقل کر دیا گیا فرضی ڈاکے کی کہانی تو گھڑ لی گئی اور حویلی کی دیواروں پر گولیوں کے نشانات بھی اس ڈرامے کی کڑی ثابت کئے گئے لیکن اس میں نہ حویلی کا کوئی تالہ ٹوٹا ' نہ کسی دروازے کو نقصان پہنچاحویلی کے اندر بندھے ہوئے ڈھور ڈنگر بھی محفوظ رہے کسی شخص کو معمولی خراش بھی نہ آئی۔ لیکن اس

کے باوجود علاقے کی ایک معروف سیاسی شخصیت اثر و رسوخ کا استعمال کرتے ہوئے ان پر ڈاکہ ثابت کر دیا گیا' مجسٹریٹ نصراللہ وڑائچ کی عدالت مں چھ ماہ مقدمہ چلا اور آخر اس کیس میں دونوں بھائی تین تین سال قید بامشقت کی سزا ہو گئی' اس موقع کا مدعی نمبردار ملک لال خان تھا جو بطور گواہ بھی عدالت میں پیش ہوا' دوسرا گواہ اس کی بیوی تھی اور اس کا ذاتی چوکیدار اور اس کے علاوہ کوئی وار گواہ عدالت میں پیش نہ کیا جا سکا تھا' بہر حال تین سال کی سزائیں سے ڈیڑھ سال کی معافی مل گئی بقیہ ڈیڑھ سال سزا بھگت کر 1952ء میں دوبارہ رہا ہو کر جیل سے باہر آ گئے' اس دوران وہ کیمبل پور اور پنڈی جیل میں رہے' ابھی انہیں جیل سے رہا ہوئے چھ ماہ ہوئے تھے کہ نمبردار نے ایک خطر ناک منصوبہ بنایا' محمد خان کا خیال تھاکہ انہیں جھوٹے مقدمے میں سزا دلانے کے بعد ملک لال خان کے ضمیر میں خلش پیدا ہوگئی ہو اور اسے ظلم کا احساس

لازماً ہو گا جو اس نے بے گناہ بھائیوں پر کیا تھا کیونکہ جن لوگوں کے ضمیر مردہ نہ ہوچکے ہیں' سینوں میں ایمان کی چنگاری سلک رہی ہو ان کی اپنی کی ہوئی زیادتیوں پر شرمندگی ضرور ہوتی ہے۔ وہ واقعتا یہی سوچ رہا تھاس کہ پیر مکھڈ شریف کے کہنے پر ملک امیر محمد خان کے حمایتی ہونے کی سزا جو انہیں دی جا رہی تھی یہ غلط سیاسی دشمنی ترک کر دی جائے گی کیونکہ ملک لال خان تو محض ایک پتلی تھا اس کی ڈوری بااثر سیاسی افراد کے ہاتھ میں تھی۔ ملک امیر محمد خان سابقہ گورنر مغربی پاکستان اور پیر مکھڈ شریف کی درینہ دشمنی چلی آرہی تھی پاکستان بننے سے قبل انگریز کے زمانے میں ملک امیر محمد خان نے اس کے والد لال باز شاہ کو قید کی سزا دلوائی تھی' اس کے دل میں یہ چھبن زخم بن کر محسوس ہوئی تھی ملک لال خان اس کا سیاسی حلیف تھا' دونوں ایک پارٹی سے تعلق رکھتے تھے جبکہ محمد خان کا خاندان ر' رشتہ دار اور دوست احباب ملک امیر محمد خان کے زبردست حامی تھے' " محمد خان' ملک امیر محمد خان کو اپنے والد کا دجہ دیتا تھا ان کی بے انتہاہ عزت کرتا تھا پیر مکھڈ شریف کے سیاسی اثرر سوخ کو ختم کرنے کیلئے وہ سرگرم کا رکنوں کی طرح کام کرتے تھے یوں کہنا چاہیے کہ ملک امیر محمد خاں جس شخص کے بارے میں یہ خواہش

کی جائے محمد خان اور اس کی برداری کی بنیاد پر بھی اور فرد افراد ابھی اس کے لئے کمر رکھتے کہ اس کی سیاسی حمایت بستہ ہو جاتے تھے یہ بات مکھڈ شریف کے سینے پر مونگ دلنے کے مترادف تھی وہ بنفس نفیس تو ان کی مخالفت میں سامنے نہیں آتا تھا اپنے مہروں سے کام لیتا تھا' محمد خان نواز آف کالا باغ ملک امیر محمد خان کو نیک سیرت بااصول اور نہایت روشن فکر انسان سمجھتا تھا' مقامی سیاست میں بہت کچھ ہوتا ہے بڑے پر خطر راستوں سے گزرنا پڑتا ہے' بعض اوقات یہی مقامی سیاست ملکی سیاست پر اثر انداز ہونے والی ہوتی ہے پھر معاملہ جذباتی اور جذباتی اور نظریاتی وابستگی کا ہوتا ہے کوئی نہیں چاہتا اس کا اثر ختم ہورداں سکے کھوٹے بن جائیں کچھ لوگ تو یہاں تک گوارا نہیں کرتے کہ ان کے سامنے کوئی سر بھی اٹھا کر چلے' پیر مکھڈ شریف اور اسکے سیاسی حلیف محمد خان کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اسے راستے سے ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کی' محمد خان اور اس کا خاندان لڑائی جھگڑے سے دامن بچاتے رہے مگر ملک لال خان ان پر جھپٹتا رہا' محمد خان اور اس کا خاندان لڑائی جھگڑے سے دامن بچاتے رہے مگر ملک لال خان ان پر جھپٹتا رہا' محمد خان کو ابھی رہا ہوئے چھ ماہ ہوئے تھے' گرمیوں کے دن تھے اسکا بڑا بھائی ہاشم خان اکثر گر دے کے درد کی وجہ سے بیمار رہا کرتا تھا محمد خان اسے گاؤں کے قریب واقع ہسپتال میں دکھانے لے جایا کرتا اس کا حال یہ ہوگیا تھا کہ دوا کھاتا رہتا تو درد رکا رہتا ورنہ شدید تکلیف ہوا کرتی' اس لئے ہسپتال کے ڈاکٹر سے مسلسل رابطہ رکھنا پڑتا تھا ایک دن سخت گرمی تھی دوپہر کے دو بج چکے تھے' ہاشم خان کے گردے میں سخت تکلیف تھی محمد خان اس کو ساتھ لے کر اور ڈاکٹر سے دوا لینے کیلئے گھر سے پیدل گاؤں کے ہسپتال کی جانب جا رہے تھے ابھی تھوڑی دور گئے تھے کہ نمبردار کے تین آدمیوں نے ان کا راستہ روک لیا' انہیں کسی نے اطلاع کر دی تھی اور وہ ان کا راستہ روک کر بیٹھ گئے تھے جونہی وہ ان کے قریب سے آگے بڑھنے لگے تو ان تین آدمیوں نے انہیں للکارا' وہ اس وقت بالکل خالی ہاتھ تھے' اور ان کے ذہن میں قطعی ایسی کوئی بات نہیں دشمنی تو ضرور تھی البتہ یہ علم بھی نہیں تھا کہ ملک لال

ایسی گھٹیا حرکتوں پر اتر آئیگا اور بیماری کی حالت میں بھی ان پر حملہ کروا دے گا ان تینوں میں ایک سے جب ایک شخص چاقو پکڑے ہاشم خان پر جھپٹ پڑا تو محمد خان نے اسے منع کیا اس وقت وہ لڑنا نہیں چاہتا تھا اور نہ وہ اس ارادہ کے ساتھ گھر سے نکلے تھے جب وہ باز نہ آیا تو محمد خان نے تیزی کے ساتھ اس کو پکڑ کر چاقو چھین لیا دوسرے دو افراد نے جب یہ دیکھا تو ان دونوں نے ان پر ڈنڈوں کی بارش کر دی' ہاشم خان گردے میں درد کی وجہ سے پہلے ہی نڈھال تھا وہ لڑ کھڑا کر ایک جانب گرنے لگا تو محمد خان نے اسے سنبھالا دیتے ہوئے ایک جانب کھڑاکر دیا خود جہان خان نامی شخص پر ٹوٹ پڑا' اس نے اسکی ٹانگوں اور رانوں پر تین چار چاقو پوری قوت سے مارے وہ زخمتی ہو کر اسی جگہ گر گیا جب گاؤں کے دوسرے افراد نے یہ لڑائی دیکھی تو انہوں نے بیچ بچاؤ کریا' وہاں سے گھر چلے گئے اس روز ان پر 307 ارادہ قتل کا نامزد پرچہ درج کروایا گیایہ محمد خان کے ساتھ زندگی میں ہونا والا دوسرا شدید ظلم تھا' ان راستہ مخالف پارٹی کے آدمیوں نے روکا اس نے لڑائی کو ٹالنے کیلئے ہزار جتن کئے حملہ انہوں نے ان پر کیا' وہ تو اپنے بھائی ہاشم خان کو ہسپتال لے کر جا رہا تھا لیکن ارادہ قتل کاپرچہ دونوں بھائیوں پر ہوگیا' محمد خان کو جب پتہ چلا تو اس نے ضمانت قبل از گرفتاری کرالی اس وقت ہاشم خان گردے میں تکلیف کی وجہ فوج چھوڑ چکے تھے اور انہیں پنشن مل رہی تھی' اس کیس میں پولیس نے چالان کر کے انہیں جیل بھیج دیا' کیملپور کے مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ چلا' دونوں بھائیوں کو تین تین سال قید بامشقت کی سزاہو گئی جبکہ مخالف فریق کا ایک شخص بھی قید نہیں ہوا اس فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی اور ہائی کورٹ نے انہیں باعزت طور پر بری کر دیا تین ماہ جیل میں رہنے کے بعد جب دونوں بھائی رہا ہوئے تو محمد خان کے ذہن میں نمبر دار ملک لال خان کے بارے میں ایک طوفان بپا تھا اس کے سینے میں نفرت کے الاؤد بک رہے تھے' اس کا ارادہ تھا کہ وہ اسے زندہ

نہیں چھوڑے گا۔ ابھی انہیں گھر آئے چند دن ہی ہوئے تھے کہ محمد خان کے بڑے بھائی رن باز خان بھی چھٹی آ گئے گاؤں کے عام لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ اب محمد خان اور ملک لال

خان کی کوئی بہت بڑی لڑائی ہو گی کہ اچانک حالات نے ایسا رخ بدلا کہ انہیں روایت اور صبر کے امتحان میں پورا اترنا پڑا' ہوا یوں کہ ملک لال خان گاؤں کے تین چار معززین کے ہمراہ محمد خان کے گھر آگیا اور اس نے قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ وہ آئندہ ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرے گا ان کے ساتھ کئے ہوئے ظلم پر وہ سخت نادم ہوا' سب بھائی نے فراخدلی کا ثبوت دیتے ہوئے اسے معاف کر دیا اس کے بعد ان کے اور نمبردار کی مخالفت کا باب ہمیشہ کیلئے بند ہو گیاگاؤں میں کسی اور کے ساتھ ان کی دشمنی نہیں تھی لال خان سے راضی نامہ ہو چکا تھا اب ان کا خیال تھا کہ اب وہ امن سکون سے رہ سکیں گے اور جو کچھ ہو چکا تھا اسے بھولنے کی کوشش کرنے لگے' پیر مکھڈ شریف کو یہ صلح ایک آنکھ نہ بھائی اس نے ان کے نانا کی پارٹی مولا بخش وغیرہ کو اکسایا' مولا بخش ننھال کے طرف سے محمد خان کا رشتہ دار تھا مگر اس سے دیرینہ چپقلش چلی آرہی تھی' پیر صاحب نے وقت کی راکھ میں دبی ہوئی دشمنی کی چنگاری کو ہوا دی کہ موضع ڈھرنال کی زمین انسانی خون سے رنگین ہونے لگ گئی اور ایک ایسی خوفناک خونی داستان لکھی جانے لگی جسے وقت کبھی فراموش نہیں کر سکے گا اور جسے پڑھتے بھی حساس دل بیٹھنے لگتے ہیں' محمد خان 1954 میں مولا بخش کے خاندان کی ایک لڑکی سے شادی ہوئی اس نے یہ شادی اپنے پسند کی تھی یہ لوگ نہ صرف اس شادی کے مخالف تھے بلکہ مولابخش کے خاندان کا ایک فرد بھی اس شادی میں شریک نہیں ہوا تھا انہیں یہ دکھ تھا کہ ان کی مرضی کے بغیر یہ شادی کیوں ہوئی نانا سے اس خاندان کی پہلے ہی دشمنی تھی اس کی پسند کی شادی نے جلتی پر تیل کا کام کیا وہ محمد خان اور اس کے بھائیوں کے مخالف ہو گئے پیر صاحب کو اس کے بہتر موقع ہاتھ نہیں آ سکتا تھا اس نے مولابخش اور اس کے خاندان کو اتنا بھڑکا دیا کہ وہ ان کے خون کے پیاسے ہو گئے پیر مکھڈ شریف اور دوسرے مخالف سیاسی عناصر نے انہیں کہا کہ وہ دونوں بھائیوں ہاشم خان اور محمد خان قتل کر دیں اور یقین دلایا کہ انہیں نہ صرف کیس سے بری کروایا جائیگا بلکہ ہر طرح کی امداد بھی دی جائیگی پیر صاحب کا تیر ٹھیک نشانے پر لگا' ابھی محمد خان کی شادی کو چار ماہ ہوئے تھے کہ 90

افراد کو ایک جگہ جمع کیا اس اکٹھ کیلئے اس نے یہ ڈرامہ کھیلا کہ اپنے خاندان میں فوری ایک شادی طے کروا دی جس میں اپنے خاص آدمیوں کو بھی مدعو کیا ان میں خاص سے خاص افراد کی ایک خفیہ میٹنگ بلا کر دونوں بھائیوں کے قتل کی سکیمیں تیار ہونے لگیں اس نے یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ انہیں اس منصوبے کا علم نہ ہو سکے کیونکہ گاؤں میں اگر عام حالات میں 80,90 افراد جمع کیا جائے تو لازمی محمد خان کو شبہ ہو جاتا یا ان کے بندوں کو اس کی سکیم کا پتہ چل جاتا شادی والے گھروں میں اجتماع ہوا ہی کرتے ہیں پھر اس نے یہ سب کچھ اتنی راز داری سے کیا کہ اس کے منصوبے کا قطعی قبل از وقت علم نہ ہو سکا اور انکے عزیز و اقارب میں سے کوئی اس شادی میں شریک نہیں تھاورنہ تھوڑی بہت بھنک کانوں میں ضرور پڑ جاتی کہ مولا بخش خطر ناک کھیل کھیلنے والا ہے روز صبح اپنے کھیتوں پر جانا محمد خان کا معمول تھا اس دوران و ہ ہسپتال کا بھی چکر کاٹاکرتا تھا اس کے ہاتھ میں صرف بید کی ایک چھڑی ہوا کرتی تھی کوئی ساتھی یا محافظ بھی ساتھ نہیں ہوتا اگرچہ لائسنس کا اسلحہ تو اس کے پاس موجود تھا مگر ذہن میں یہ بات ہی نہیں تھی کہ مولابخش اسے قتل کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے ظاہر ہے اس کا علم ہوتا تو وہ کبھی اکیلا اور نہتاصبح سیر کو نہ نکلا کرتا' اس نے فوج میں نوکری کی تھی اور وہ جانتا تھا کہ دشمن کو کمزور نہیں سمجھنا چاہئے لیکن یہاں تو مسئلہ ہی اور تھا اسے اپنے دشمن کی سن گن ہی نہیں تھی۔ وہ پسند کی شادی کرنے پر ان کی ناراضگی کو اچھی طرح جانتا تھا اور محتاط بھی رہا کرتا تھا البتہ یہ ہر گز نہیں جانتا تھا کہ پیر صاحب کے کہنے پر وہ اس کی جان لینے پر تل گئے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اس روز بھی وہ حسب معمول صبح اٹھا ہاتھ میں بید کی چھڑی پکڑی اور تمام خطرات سے بے نیاز کھیتوں کی جانب نکل کھڑا ہوا' اس کا پھوپھی زاد بھائی فتح شیر اپنی زمینوں میں کام کر رہا تھا محمد خان اس کے پاس جاکر بیٹھ گیا حقہ پیا دونوں بھائی گپیں ہانک رہے تھے کہ سامنے سے ایک شخص سخت بدحواسی کے عالم میں ان کی جانب دوڑ تا ہوا دکھائی دیا وہ اس کے قریب آیا اس کے چہرے کا رنگ اڑ اہوا تھا سینے میں سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی اس شخص کو محمد خان کی ساس نے اطلاع کیلئے بھیجا کہ

کھیتوں سے واپسی پر وہ دوسرے راستے سے گھر آئے کیوں کہ کم و بیش 90 مسلح افراد نے اسے قتل کرنے کیلئے بڑے راستے کی مکمل ناکہ بندی کر رکھی ہے۔ محمد خان نے 1954ء کے آخری مہینے میں شادی کی تھی اور وہ 1955ء کا تیسرا مہینہ مارچ تھا علاقہ میں گندم کی فصل پک کر تیار کھڑی تھی زمینداروں کیلئے انتہائی مصروفیت کے دن ہوتے ہیں لیکن مولابخش کے سر پر ایک ہی دھن سوار تھی ابھی اس کی شادی کو چار ما ہ ہی ہوئے تھے کہ ان 90 دن مسلح افراد نے گاؤں کے عین وسط میں اسے گھیر لیا یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اتنے زیادہ لوگ کو اس کے قتل پر کیوں مامور کیا گیا ہے یہ ٹھیک ہے کہ وہ بچپن ہی سے نڈر' بے خوف' خطرات سے کھیلنے والے انسان تھا لیکن آج تک اس نے کوئی ایسا

کارنامہ سرانجام نہیں دیا تھا کہ لوگوں کے دلوں پر اس کی دھاک بیٹھ جاتی پھر مسلح آدمی بھی اس کے ساتھ نہیں ہوتے تھے حتیٰ کہ اپنی بندوق بھی پاس نہیں رکھتا تھا ممکن ہے انہوں نے اسے مار کر بلوے یا ڈاکے کا پروگرام بنا کر اس کے قتل پربری الذمہ ہونے کا سوچا ہو بہرحال یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی' اس نے اپنے پھوپھی زاد بھائی فتح محمد سے بھی اس کا ذکر کیا تھا کہ اگر یہ اعلان سچ ہے تو پھر وہ اس کی بوٹیاں نوچ کر کھا جائیں گے اور قتل کا سراغ تک نہیں ملے گا' فتح محمد اسی خدشے کے پیش نظر ایک برچھی لے کر اس کے ساتھ ہو لیا' محمد خان کا ذہن ابھی تک اس اطلاع پر یقین نہیں کر رہا تھا کیونکہ اتنی بڑی دشمنی تو کسی کے ساتھ نہیں تھی یہی وجہ تھی کہ اس ن گھر کو آتے وقت دوسرا راستہ اختیار نہیں کیا بلکہ اسی راستے سے گھر کی جانب روانہ ہوگیا۔ ہم اس کے دل کے کسی گوشے میں خوف کی ایک لہر ضرور موجود تھی وہ اور فتح خان بڑے محتاط انداز میں دائیں بائیں دیکھتے گھر کی جانب جارہے تھے جونہی گاؤں کے درمیان پہنچے تو چھڑیوں' کلہاڑیوں اور بندوقوں سے مسلح دس ' دس' پندرہ' پندرہ آدمی مختلف پوزیشنیں سنبھال کر چھپے بیٹھے تھے' انہوں نے اس کے گھر کے راستے کی مکمل ناکہ بندی کر رکھی تھی' اب اسے خطرے کا احساس ہوا مسلح افراد میں سے ایک شخص نے اسے للکارا وہ اسی جگہ رک گیا وہ ہاتھ میں برچھی پکڑے سیدھا محمد خان کی

جانب دوڑتا ہوا آیا اب محمد خان نہ پیچھے مڑ سکتا تھا نہ گھر جا سکتا تھا یہاں چھپنے کیلئے کوئی جگہ بھی نہیں تھی مخالف پارٹی کے آدمیوں نے تمام اطراف سے اسے گھیر رکھا تھا جب اس نے دیکھا کہ موت اس کے سر پر منڈلا رہی ہے تو اس کے ذہن نے برق رفتاری سے ایک فیصلہ کیا جب مرنا ہی تو بزدلوں کی طرح جان کیوں دی جائے زندگی کوئی تحفہ نہیں جو دوسروں کی جھولی میں ڈال دی جائے' چنانچہ اس نے فح محمد سے برچھی لے لی اور جونہی وہ شخص تیزی سے بھاگتا ہوا برچھی لہراتا آگے بڑھا اس نے برچھی مارنے کیلئے فضا میں بلند کیا ہی تھا کہ آنافانا محمد خان نے اپنے ہاتھ میں پکڑی برچھی اس ک سینے میں اتار دی' برچھی اس کے دل کوچیرتی ہوئے دوسری جانب نکل گئی اس شخص نے نام مہر خان تھا اور وہ مسلح افراد کا لیڈر تھا' خون کی ایک تیز دھار زمین کو سرخ کر گئی وہ زور دار چیخ کے ساتھ اسی جگہ ڈھیر ہوگیا۔ یہ محمد خان کی زندگی کا پہلا قتل تھا جو حفاظت خو د اختیاری کے تحت مجبوراً کیا گیا' مہر خان کے مرتے ہی شور برپا ہوا آس پاس چھپے افراد شور و غل کرتے اور للکارتے ہوئے پاگلوں کی طرح محمد خان پر ٹوٹ پڑے اتنے سارے وگوں سے جان بچانا بہت مشکل تھا اس جگہ فوج کی ٹریننگ اس کے کام آئی جن لوگوں کے پاس بندوقیں تھی جب انہوں نے اس پر گولیوں کی بارش کر دی اور وہ زمین پر لیٹ گیا اور رینگتے ہوئے ایک جانب پناہ لینے کیلئے کہنیوں کے بل بھاگا لیکن وہ خود کو گولیوں کی زد سے محفوظ نہ کر سکا اس اثناء میں تین گولیاں سنسناتی ہوئی اس کی شلوار میں سوراخ کرتے ہؤے گزر گئیں اتفاق کی بات ہے کہ کوئی گولی اسے نہیں لگی حالات نے اس کی بہت مدد کی وہ اس طرح گلہاڑیوں اور برچھیوں والے ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ محمد خان ان کی اوٹ میں تھا اگر بندوق بردار اسے گولیوں کا نشانہ بنانا چاہتے تو ان کے اپنے آدمی ان کی فائرنگ کی زد میں آجاتے جب وہ ایک جانب کو ہونے لگتے تو وہ پیچھے مڑ کر ان کی برستی گولیوں کے آگے کر دیتااس حالت میں گولیوں سے بچتے بچتے وہ ایک رشتہ دار کے ڈیرے پر پہنچ گیا اور دروازہ بند کر کے ایک دیوار کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گیا وہ مسلح افراد کلہاڑیاں فضا میں اچھالتے اور لگا تار فائرنگ کرتے

ہوئے ڈیرے پر آگئے اور انہوں نے مکان کو گھیرے میں لے لیا' پورے گاؤں میں قیامت کاسماں تھا' بچے' بوڑھے سب ڈر کے مارے گھروں میں چھپ گئے لوگوں ک دل حلق میں اٹک کر رہ گئے تھے' دن کے دس بج چکے تھے انہوں نے مکان کا دروازہ توڑنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکے پھر چند افراد چھت پر چڑھ گئے تاکہ چھت پھاڑ کر اندر داخل ہو سکیں جب وہ ایسا نہ کر سکے تو سب نے مل کر دروازے کو توڑ دیا'' وہ دیوار سے لگ کر کھڑا تھا لگا تار فائرنگ ہو رہی تھی گولیاں اس کے سر کے اوپر سے ہوتی ہوئی سامنے بڑی دیوار میں لگ رہی تھیں وہ اس وقت جرات کرتے تو اندر داخل ہو کر اسے موت کے گھاٹ اتار سکتے تھے لیکن کسی کو اندر آنے کا حوصلہ نہ ہوا غالبا ان کا خیال تھا کہ اسکے پاس مہلک ہتھیار ہیں ان میں سے چند لوگوں نے کہیں سے سوکھی ہوئی جھاڑیاں منگوائیں انہیں دروازے کے ساتھ رکھ کر آگ لگانے کی کوشش کی وہ مکان کو آگ لگا کر اسے اندر جھلس کر دینا چاہتے تھے یہ تو خدا کا کرم ہوا کہ اسی روز تیسرا تھا انہیں کہیں سے نہ تیل مل سکا نہ ماچس ہی میسر آسکی' اس منصوبہ میں ناکام ہونے کے بعد انہوں نے ایک اور چال چلی وہ یہ کہ ایک ادھیڑ عمر عورت مہر بھری کو مکان کے اندر جانے پر آمادہ کر لیا مہر بھری سے کہا گیا کہ وہ اندر جاتے ہی محمد خان کو پکڑے اور شور مچا دے پھر مشتعل ہجوم مکان میں داخل ہوکر محمد خان کو پکڑے گا اور کسی دوسری جگہ لے جا کر قتل کر دیا جائیگا' مہر بھری' مہر خان کی چچا زاد بہن اور اچھی عورت نہ تھی' ان کاخیال تھا کہ علاقے کے رواج کے مطابق محمد خان عورت پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا اور پکڑا جائیگا لیکن وہ ان کی چال کو تاڑ گیا جو نہی مہر بھری نے مکان کی دہلیز عبور کی محمد خان نے اسے برچھی مار کر موت کے گہری نیند سلا دیا جب ان کا یہ حربہ ناکام رہا تو ہجوم مزیدبپھر گیا' اس اثناء میں محمد خان کے بھائی ہاشم کو حالات کا پتہ چل گیا اوروہ اسی وقت بہت سے مسلح ساتھیوں کے ہمراہ ڈیرہ پر پہنچ گئے دونوں طرف سے زبردست

فائرنگ کاتبادلہ ہوا آخر کار مخالف پارٹی مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑی ہوئی جاتے ہوئے انہوں نے محمد خان کے پھوپھی زاد بھائی فتح محمد اور چچا زاد بھائی عزیز خان کو گولی مار کر

ہلاک کر دیا اور دو رشتہ داروں محمد خان اور زور خان کو شدید زخمی کر دیا البتہ محمد خان اور ہاشم خان کی جان بچ گئی گاؤں کے چوراہے میں مہر خان کی اور ڈیرے پر مہر بھری کی لاش خون میں لت پت پڑی تھی جبکہ محمد خان کے دو بھائیوں کی لاشیں بھی کچھ فاصلے پر پڑی تھیں اس کے دو گھنٹے بعد تھانہ لاوے کا ایس ایچ او پولیس کی گارد لے گاؤں آگیا' ہاشم خان تو گھر چلا گیالیکن محمد خان بھاگ کر تلہ گنگ آگیا یہاں سے اس نے آئی جی پنجاب' علاقہ مجسٹریٹ' اور کمشنر کو اس حادثہ سے متعلق تاریں ارسال کیں جن میں لکھا کہ پولیس مخالف فریقین سے ملی ہوئی ہے اس لئے سپیشل کرائم برانچ سے اس واقعہ کی تحقیقات کرائی جائیں اس نے تاروں اور درخواستوں میں مخالف پارٹی کے 22 افراد کے نام لکھے تھے اور حکام سے استدعا کی تھی کہ انکا بھی چالان کیا جائے کیونکہ اسے علاقے سے پولیس سے انصاف کی توقع نہیں تھی پولیس نے لاشیں اپنے قبضہ میں لے لیں تیسرے دن کرائم برانچ کا انسپکٹر گاؤں میں پہنچ گیا تحقیقات شروع ہوئیں' محمد خان اور اس کے بھائی ہاشم پر قتل کا پرچہ درج ہو گیا اور چوتھے روز انہیں گرفتار کر لیا گیا جبکہ مخالف پارٹی کے 22 افراد کو بھی حراست میں لے لیا گیا سب کا چالان کر کے متعلقہ جیل میں بند کر دیا گیا' کیمبل پور کے سیشن کورٹ کی عدالت میں سال مقدمہ چلا آخر میں محمدخان کو 14 سال قید بامشقت کی سزاہو گئی' البتہ ہاشم خان بری ہو گیا' مخالف پارٹی کے 22 افراد کو 48,48 سال کی سخت سزائے قید ہوئی یہ 1956ء کا دور تھا اس وقت ہائی کورٹ پشاور میں تھی ہاشم خان نے محمد خان کو سزا کیخلاف عدالت میں اپیل دائر کر دی اس مقدے کی پروری نامور وکیل پیرا بخش نے کی جبکہ پیر صاحب کے کہنے پر مخالف پارٹی کا کیس خان عبدالقیوم خان مرحوم نے لڑا' کیس جسٹس حبیب اللہ خان کی عدالت میں لگا' یہ وہی حبیب اللہ خان تھے جو ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں سینٹ کے چیئر مین بھی رہے پہلی پیشی پر ہی یہ بیمار ہو گئے اور کیس کی سماعت ملتوی کر دی گئی' ان حالات کے بعد لاہور ہائیکورٹ کے جسٹس عزیز احمد اور ایک انگریز جج پشاو میں اس مشہور قتل کیس کی سماعت کیلئے حکومت نے تعینات کیے اس سپیشل جج کے رو بروآٹھ

ماہ تک مقدمہ کی سماعت جاری رہی سپیشل جج نے دونوں فریقین کو بری کر دیا' محمد خان رہا ہو کر گھر پہنچا تو خدا کا شکر ادا کیا کہ پھانسی کے پھندے سے بچ گیا' اب وہ دشمن کی جانب سے محتاط رہنے لگا تھا سب مخالفین کے چہرے محمد خان کی نظروں کے سامنے تھے 6 ماہ نہایت امن و سکون کے ساتھ گزرے نہ اس نے کوئی چھیڑ کی نہ مخالف فریقین نے کوئی سازش کی۔

لیکن پھر ایسا واقعہ ہو گیا کہ گاؤں میں لاشوں کے ڈھیر لگ گئ کچھ عرصہ امن سے گزر گیا محمد خان دنگے فساد سے دور پر سکون زندگی گزارنے کی جدوجہدمیں مگن تھا کہ حالات نے کروٹ لی سکندر مرزا کو ہٹا کر محمد ایوب خان بر سر اقتدا آ چکے تھے اکتوبر 1958ء کو جب فیلڈ مارشل ایوب خان کر سی اقتدار پر بیٹھے تو ملک امیر محمد خان گورنر مغربی پاکستان بن گئے وقت کا گھوڑا مخصوص رفتار سے دوڑتا رہا کہ مئی 1959ء کی ایک رات ڈھرنال کی زمین انسانی خون سے سرخ ہو ئی اس خوفناک اور لرز دینے والے واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ مولا بخش پارٹی نے حالات سے سبق سیکھنے کی بجائے انتقام لینے کا منصوبہ بنایا' محمد خان اپنے بھائی ہاشم خان کے ہمراہ گھر بیٹھا تھا 15 مئی کی رات کافی گرم تھی 9 بج چکے تھے اور دونوں بھائی کسی خاندانی مسلہ پر بات کر رہے تھے کہ اچانک مکان کے باہر سے کچھ لوگ پکانے لگے باہر نکلے بڑے سورمے بنے بیٹھے ہو باہر نکلو اس نے یہ آوازیں سنیں باہر جھانک کر دیکھا تو 30,40 افراد کے کا محاصرہ کیے کھڑے تھے ان کے ہاتھوں میں بندوقیں تھیں محمد خان حالات کی نزاکت کو بھانپ گیا اس نے اس لڑائی کو ٹالنے کی بہت کوشش کی ہمسائیوں کے ذریعے انہیں کہلوایا کہ وہ واپس چلے جائیں اور خود ایک دیوار کی اوٹ سے بلند آواز سے انہیں کہا کہ وہ یہ خونی کھیل نہ کھیلیں وہ ابھی رہا ہو کر آیا ہے وہ خود بھی زندہ رہیں اور انہیں بھی زندہ رہنے دیں وہ رات کے 3 بجے تک یہی جدوجہد کرتا رہا کہ کسی طرح خطرہ ٹل جائے لیکن دشمن نے ان کوششوں کو کمزوری سمجھا اور بندوقوں کے منہ گولیاں اگلنے لگے انہوں نے دو اطراف سے فائرنگ شروع کر دی' وہ اس میں بری طرح پھنس گئے تھے کہ نہ گھر میں جان محفوظ تھی اور نہ باہر نکل کر کہیں چھپ سکتے تھے تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق جب کوئی چارہ کار نہ رہا تو رات کے پچھلے پہر محمد خان نے بھی دشمن کا مقابلہ کرنے کافیصلہ کیا بندوقین لیں اور دونوں بھائیوں نے گھر کے اندر مورچے سنبھال لئے' مخالف فریق دائیں اور بائیں جانب سے فائرنگ کر رہا تھا دائیں جانب محمد خان رائفل اور ڈھیر ساری گولیاں لے کر بیٹھ گیا اور بائیں جانب اس کا بھائی ہاشم خان ، وہ مکان کے اندر سے باہر کھڑے مسلح افراد کی ہر حرکت کو دیکھ سکتے تھے لیکن خود ان کی نگاہوں سے اوجھل تھے جب ان دونوں نے تاک تاک کر انہیں گولیاں سے بھوننا شروع کر دیا آن کی آن میں 9 افراد اسی

جگہ مو ت کے گھاٹ اتر گئے 9 افراد نے ان کی آنکھوں کے سامنے تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیا اور بہت سے خمی ہوئے یہ دیکھ کر باقی لوگوں میں بھگدڑ مچ گئیں اور وہ بدحو اسی میں جان بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے‘ گھر کے باہر گلی میں 9 افراد کی لاشیں بے گورو کفن پڑی تھیں اور زمین گرم خون سے سرخ ہوگئی تھی‘ سارے گاؤں میں بھونچال آ گیا اس گاؤں مں کیا کسی بھی جگہ ایک وقت میں اتنے قتل ہوئے ہوں‘ ڈھرنال گاؤں کے بچے اپنی ماؤں کی چھاتیوں سے چمٹ گئے تھے نولاشیں خون اور مٹی لت پت ساری رات گلی میں پڑی رہیں‘ محمد خان اور ہاشم خان گھر کے مورچوں میں بیٹھے رہے اتفاق کی بات ہے کہ انہیں ایک چھرا تک بھی نہیں لگا شائد اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ گھر کے اندر مورچہ بند تھے اور دشمن گھر کے باہر وہ دونوں دشمن کی ہر حرکت کو نوٹ کررہے تھے جبکہ دشمن انہیں اندھیرے کے باعث دیکھ بھی نہیں سکتا تھا‘ انہیں یہ تو پتا چل گیا تھا کہ گولیاں کس سمت سے آرہی ہیں لیکن وہ ان کی گولیوں کی زد سے باہر تھے صبح ہوئی تو وہاں ایک کہرام برپا تھا کہ آج تک گاؤں میں اتنا بڑا تصادم نہیں ہوا تھا ڈھرنال ایک طرح کا میدان جنگ بن گیا تھا دہشت اور خوف نے پورے گاؤں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا ۔ محمد خان نے اپنے بندوں کو کہا کہ وہ خاک و خون میں لوٹتے زخمیوں کو تلہ گنگ کے ہسپتال میں پہنچا دیں اب وہ ہر قسم کی صورتحال کا سامنا کرنے کیلئے تیار تھے‘ محمد خان نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ملتان میں بڑے بھائی رن باز خان کو اس حادثہ کی اطلاع کردی‘ وہ 14مئی کی شام ڈھرنال پہنچ گیا اس روز تلہ گنگ کا انسپکٹر سید مرتضیٰ شاہ پولیس کی بھاری نفری لے کر گاؤں جائے وقوعہ پر پہنچ گیا یہ انسپکٹر مقتولین کا رشتہ دار اور پیر صاحب کا خاص آدمی تھا اس نے سر سری تفتیش کے بعد جو کیس تیار کیا اس میں مخالف فریق کے بے قصور قرار دیتے ہوئے حادثہ کی تمام تر ذمہ داری نہ صرف دونوں بھائیوں پر ڈال دی بلکہ ان افراد کو بھی قتل کیس میں ملوث کر لیا‘ جو موقع پر موجود نہیں تھے‘ انصاف کی آنکھوں میں ریت بھر جائے مفادات کی افیون دے کر ضمیروں کو موت کی نیند سلا دیا جائے تو انسانی جسموں میں روحیں مر جاتی ہیں اخلاق کا جنازہ نکل جاتا ہے‘ اسے ابتداء ہی سے معاشرتی ناانصافیوں کا سامنا کرنا پڑا‘ جھوٹے مقدمات میں الجھایا گیا ہر قسم کا ظلم روا رکھا گیا اور اس مرتبہ تو ظلم و زیادتی کی حد کر دی گئی قانون کی دھجیاں اڑائی گئیں۔ انصاف کے منہ پر تھپڑ رسید کئے گئے آپ حیران ہوں گے اس کوڑھی نظام میں زخم کس طرح ناسور بن جاتے ہیں ایک شریف انسان کس طرح ڈاکو بنا دیا جاتا ہے اس سے چل جائے گا کہ پولیس نے محمد خان کے بہنوئی ملک علی خان جو حضرہ میں سکول ہیڈ ماسٹر تھے اور ڈیوٹی پر حاضر تھے انہیں بھی مقدمہ میں دھر لیا یاد رہے حضرہ گاؤں سے 133 میل دور ہے یہ بات ریکارڈ سے ثابت ہے کہ ملک علی خان لڑائی کے دن ڈیوٹی پر حاضر تھے‘ بڑے بھائی رن باز خان کو اس نے خود تصادم کی اطلاع دے کر بلوایا اور وہ اسی شام گھر آئے تھے پولیس نے انہیں بھی 302 چالان کر دیا اس کے علاوہ انکا ایک نوکر محمد عارف کو بھی قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا حتیٰ کہ بہنوئی کے بھائی محمدصادق بھی پولیس کے ظلم کا نشانہ بن گئے۔ اس مجرمانہ حمایت پر ان کی پولیس انسپکٹر کے ساتھ جھڑپ ہو گئی اور انہوں نے اپنی گرفتاری نہیں دی ان کا موقف تھا کہ قتل میں ملوث افراد کو ہی پکڑا جائے جو بے گناہ ہیں انہیں مقدمے میں نہ الجھایا جائے اس نے کھلے بندوں قتل کا اعتراف کر لیا لیکن پولیس انسپکٹر اپنی ضد پر ڈٹا رہا اس نے محمد خان اس کے بھائی ہاشم خان کے علاوہ بڑے بھائی رن باز خان‘ محمد عارف‘ ماسٹر علی خان‘ محمد صادق پر قتل کا نامزد پرچہ درج کر لیا اور انہیں گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دیا جبکہ مخالف پارٹی کے ایک شخص کو بھی ہتھکڑی نہیں پہنائی گئی حالانکہ انہوں نے گھر کا محاصرہ کیا تھا اور گھیرے میں لے کر انہیں مارنے کی کوشش کی تھی ان کی زبردست فائرنگ سے گھر کے درو دیوار پر گولیوں کے بے انتہاء نشانات موجودتھے دشمن فریق کی لاشیں ان گھر کے آگے پڑی تھیں اور جائے واردات کے سر سری معائنے میں ہی یہ بات ثابت ہو جاتی تھی کہ قصور مولابخش کے آدمیوں کا ہے اور اس قتل کے ذمہ دار وہ خود ہیں لیکن ظلم کی حد ہے کہ ان میں سے ایک آدمی بھی گرفتار نہیں کیا گیا یہ جانب داری کی انتہا تھی قانون شکنی اور بے ضمیری تھی پولیس محمد خان کیخلاف پارٹی بن گئی تھی اثر و رسوخ حرکت میں آچکا تھا ٹیلی فون کی کالیں گونج رہی تھی دولت اپنا جادو جگا رہی تھی ظالم مظلوم بن گئے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر محمد خان اور ہاشم خان مفرور ہو گئے اور بھاگ کر وادی سون کے پہاڑوں میں روپوش ہو گئے کچھ عرصہ بعد اسکے بڑے بھائی رن باز خان کی فوج سے چٹھی آ گئی کہ وہ نوکری پر حاضر ہو جائے اب پولیس کی آنکھ کھلی اور انہیں مقدمہ سے ڈسچارج کر دیا گیا وہ ملتان ڈیوٹی پر حاضر ہو گئے دیگر افراد کا چالان کر کے پولیس نے انہیں متعلقہ جیل بھیج دیا‘ کیمبل پور سیشن کورٹ میں کیس کی سماعت ہو رہی تھی دو سال تک مقدمہ چلتا رہا حتیٰ کہ 1961ء کے سال نے زندگی کے صحنقدم رکھا اس کے بڑے بھائی ہر پیشی پر عدالت حاضر ہوتے تھے۔ کہ بے رحم وقت نے ظلم کا ایک اور باب کھول دیا‘ ہوایوں کہ سال

1961 ء کا تھا رن باز خان مقدمہ پیشی کے لئے کیمبل پور کے ایک ہوٹل میں قیام پذیر تھا جمعہ کا دن تھا وہ کیمبل پور کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے کے بعد مسجد سے نکل رہا تھاس کہ پیر صاحب کے بندوں نے رن باز خان پر اچانک فائرنگ کر دی رن

باز اسی جگہ جان کی بازی ہار گیا' انسپکٹر پولیس مرتضیٰ شاہ ان دنوں ڈی ایس پی کیمبل پور تھا اس قتل کے تیسرے روز عدالت سے نو افراد قتل کیس میں گرفتار شدگان تمام افراد بری ہو گئے ان پر قتل ثابت نہ کیا جا سکا البتہ محمد خان اور ہاشم خان کو قتل کے کیس میں مفرور قرار دے دیا گیا دوسرے ہی روز اس کے بندوں نے پہاڑوں میں اس کے بھائی کے قتل کی اطلاع دی تو محمد خان کے دل بجلی سی گر گئی اسے شک تھا کہ مولا بخش کے آدمیوں نے اس کے بھائی رن باز خان کے خون سے ہاتھ رنگے ہو ں گے لیکن جب پتہ چلا کہ مرتضی شاہ نے یہ سازش تیار کی تو اس کے سینے میں شعلے بھڑک اٹھے اور دماغ انتقام کی آگ میں جلنے لگا وہ اور ہاشم خان مرتضیٰ شاہ سے اس قتل کا بدلہ لینے کی ترکیب سوچنے لگے کہ کسی طرح اسے ان کے اس ارادے کا پتہ چل گیا اس نے ایک دوست کے ذریعے پیغام بھیجا کہ رن باز کے قتل میں اس کا ہاتھ نہیں ہے ساتھ ہی اس نے قسم بھی دی کہ آئندہ وہ ان کے خلاف کوئی انتقامی کاروائی بھی نہیں کرے گا' اس کے بعد انہوں نے اس کاپیچھا چھوڑ دیا اگر یہ نہ ہوتا تو وہ لازماً اسے کسی نہ کسی طرح موت کے گھاٹ اتار کر اپنے انتقام کی آگ ٹھنڈی کرتے اور یہ بات مرتضیٰ شاہ بھی جانتا تھا کیونکہ ان دنوں ارد گرد تمام علاقوں میں محمد خان کی زبردست دہشت پھیلی ہوئی تھی اور لوگ اس کا نام سنتے ہی کانپ اٹھتے تھے

دوسری طرف پولیس کی خصوصی ٹیمیں بھاری نفری اور درجنوں مخبروں کےساتھ اسکے پیچھے تھی لیکن وہ وادی سون کے اونچے پہاڑوں اور گہری کھائیوں اتر گیا ۔ے محمد خان اور اس کا بھائی ہاشم خان وادی سون کے اونچے پہاڑوں اور کھائیوں میں زندگی کے دن گزار رہے تھے پولیس کی بھاری جمعیت ان کی گرفتاری پر مامور تھی لیکن وہ ان کے ہاتھ نہیں لگ سکے کئی مرتبہ پولیس کے دستوں کے ساتھ ان کا آمنا سامنا ہوا لیکن وہ انہیں دھوکہ دے کر کسی پہاڑ کی اوٹ میں چھپ جاتے تھے اور یہ ان کیلئے ممکن نہیں تھا کہ کھائیوں میں انہیں تلاش کر کے مار دیتے یا زندہ گرفتار کرتے' اس دوران آس پاس کے علاقوں میں جرائم پیشہ افراد نے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا جس سے پولیس نے یہ تاثر دیا کہ یہ وارداتیں محمد خان خود کرتا ہے یا اپنے بندوں سے کرواتا ہے حالانکہ ایسا نہیں تھاوہ رو پوش ضرور تھا جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ پیر مکھڈ شریف اور دوسرے بااثر اشخاص پولیس کے ہاتھوں اسے مروا دینا چاہتے تھے اگراسے پولیس کے اس ارادے کا علم نہ ہوتا تو یقیناًعدالت میں حاضر ہو جاتا ہر شخص اپنی جان کی حفاظت کرتا ہے وہ فوج سے گھر چھٹی آیا تھا تو ملک لال خان نے ڈاکے اور قتل کے کی گئی بااثر افراد کی وجہ سے مولابخش اور اس کے جھوٹے مقدمے میں پھنسا دیا پھر گھیر کر اسے ٹھکانے لگانے کی کوشش آدمی مقدمات میں ایک بار بھی کڑی سزا نہیں پا سکے' پھر محمد خان کے گھر کا محاصرہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتارنے کیلئے مسلح افراد نے دھاوا بول دیا مگر مقدمات بھی محمد خان اور اس کے خاندان پر قائم ہوئے مخالف فریق صاف بری ہو گیا یہ واقعات اس کے ذہن میں پتھر پر لکیر کی طرح نقش تھے ان بے انصافیوں نے اسے ایک نیا ذہن نئی سوچ اور الگ تھلگ کردار کا مالک بنا دیاتھا وہ ظالم سفاک قاتل اور لٹیرا نہیں تھا وہ تو اپنی جان بچانے کیلئے پہاڑوں کی وادی میں تنہائی کے مظالم سہ رہا تھا اگرچہ اس کے والد کا سایہ بچپن ہی سے سر سے اٹھ گیا تا ہم گھر میں بھائی فتح شیر ایک بوڑھی ماں اور بہن موجو دتھی اسکا دھیان ہر وقت ان کی جانب رہتا تھا وہ کئی مرتبہ پولیس کا گھیرا توڑ کر گھر آیا اور بہت دیر تک گھر رہ کر پھر رو پوش ہو جاتا پولیس یہ خیال کر رہی تھی کہ اس

نے ڈاکوؤں' چوروں اور قاتلوں کا ایک گروہ تیار کر رکھا ہے جو ہینڈ گرنیڈوں' آتشیں اسلحہ اور جدید ہتھیاروں سے مسلح ہے یہی وجہ ہے کہ کئی مرتبہ اسکے قریب ہوتے ہوئے پولیس نے گولی نہیں چلائی' ایک مرتبہ مغرب کے وقت وہ وادی سون میں وضو کر کے پہاڑوں کے درمیان نماز پڑھنے لگا تو سامنے نگاہ پڑی پولیس کی بھاری نفری اسکا محاصرہ کیے ہوئے تھی اس کے پاس اس وقت ایک رائفل تھی اور ایک لڑکا اس کے ساتھ تھا اس نے پولیس کے خطرے سے محمد خان کو آگاہ کرتے ہوئے کسی محفوظ جگہ نماز ادا کرنے کو کہا اس نے اچٹتی سی نگاہ پر ڈالی اور زور دار قہقہ فضا میں بلند کیا اور اس جگہ مصلٰہ بچھا کر نماز پڑھنے میں مصروف ہو گیا وہ جانتا تھا کہ جس جگہ پولیس موجود ہے وہاں سے وہ اسے نہیں دیکھ سکتی جبکہ نیچے سے وہ پولیس کی حرکات و سکنات کو نوٹ کر رہاتھا وہ اندازے کے مطابق اسی جگہ آ گئے تھے اگر انہیں اس کی جگہ کا علم ہوتا تو یقیناًوہ گھیرا تنگ کرتے ہوئے اسے گرفتار کرنے کی کوشش کرتے' وادی سون میں محمد خان کے ساتھوں' عزیز رشتہ داروں اور بعض پولیس والوں کا تعاون بھی اسے حاصل رہا وہ اسے خطرات سے آگاہ کر دیتے اور حالات سے پوری طرح باخبر رکھا کرتے یہی وجہ تھی کہ وہ پولیس کاروائی سے قبل ہی حفاظتی انتظامات کر لیا کرتا تھا محمد خان کے بارے میں مشہور کر دیا گیا کہ رو پوشی کے دوران ایک خونی لٹیرا بن گیا تھا

اس نے پہاڑوں میں ایک بنک قائم کر رکھا تھا اس کے ہزاروں ساتھی وادی سون میں گھومتے رہتے اور وہ لوگوں کو پکڑ کر قتل کر دیا کرتا تھا اس کے حفیہ اڈے قائم تھے یہ تاثر بالکل غلط ہے' وہ فلمی ڈاکوؤں کی طرح پہاڑ میں سردار نہیں بنا بیٹھا تھا'

اسکے پاس اسلحہ تھا' حفاظت خود اختیاری کا پورا سامان تھا اسے لمحہ لمحہ کی خبر رہتی تھی لیکن اس نے ڈاکوؤں کا کوئی گینگ تیار نہیں کیا ہوا تھا بلکہ اس نے اس علاقہ میں امن و امان بحال کرنے کی پوری کوشش کی تھی ہو سکتا ہے بعض اوچھے لوگ اس کا نام استعمال کر کے وارداتیں کرتے ہوئے اگر کبھی کوئی ایسا واقعہ اس کے علم میں لایا گیا تو اس نے سختی سے اس کا نوٹس لیا' اسے تو ہر وقت اپنے بھائی ہاشم خان کی فکر لگی رہتی وہ درد گردہ کا دیرینہ مریض تھا محمد خان پیشاب جاری کرنے والے ٹیکے پاس رکھتا تھا بھائی رن باز کے بچھڑنے کا غم تازہ ہی تھا کہ اس کے چار پانچ ماہ بعد ہی ہاشم کے گردے میں ایک رات شدید تکلیف ہوئی درد اتنا شدید تھا کہ اس کا پیشاب بند ہو گیا محمد خان نے ٹیکہ لگایا لیکن فرق نہ پڑا آخر رات کے گیارہ بجے اس نے اس کے سامنے دم توڑ دیا صبح ہوتے ہی اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ بھائی ہاشم خان کی لاش ملک خضر حیات کے ڈیرے پہنچا دیں یہ لاش وہ اس لئے وہاں پہچانا چاہتا تھا کہ معززین کی نگرانی میں اسکے بھائی باعزت طور پر سپرد خاک کیا جاسکے پولیس کو اس کی اطلاع ہو ئی پولیس نے راستے میں ہی ساتھیوں سے اس بھائی کی لاش چھین لی اور لاش پر گولیاں برسا کر پولیس مقابلہ کی کہانی گھڑ لی' اخبارات میں یہ خبر چھپی کہ ڈاکو محمد خان کا بھائی ہاشم خان پولیس مقابلہ میں مارا گیا' محمدخان کو اس کا بے حد دکھ ہوا وہ تو رو پوش تھا اس وقت کیا کر سکتا تھا پولیس خود اس کی تاک میں تھی' اس کے ٹھیک پانچ ماہ بعد اس نے رو پوشی کی زندگی ترک کرتے ہوئے پولیس تھانہ ٹمن میں واقعہ ڈھوک مصائب میں مستقل رہائش اختیار کر لی یہ ٹھیک ہے کہ اس پر قتل کا مقدمہ درج تھا اور پولیس اسے پکڑنے کیلئے چھاپے مار رہی تھی لیکن اب اس کے حالات بدل چکے تھے پولیس اس سے خوف کھانے لگ گئی تھی پولیس کو اسے پکڑنے کی جرات نہیں ہو رہی تھی بلکہ یہ کہنا صحیح ہو گا کہ پولیس کے بعض افراد اس کے ساتھ ساتھ دوستی کرنے کی خواہش کرنے لگے تھے جب محمد خان نے ڈھوک مصائب پر ڈیرہ لگایا تو اس کی دہشت کے سائے وادی سون سے نکل کر تحصیل چکوال' تحصیل پنڈی گھیب اور نواحی علاقوں تک پھیل گئے تھے' اس نے اس جگہ آتے ہی تمام گھر

والوں کو بھی بلالیا' اس کا مخالف فریق چل کر اس کے پاس آگیا' اس نے اس سے صلح کر لی اب محمد خان کا وہ دور شروع ہوتا ہے اس کی الگ ریاست قائم کرنے سے تشبیہ دی جاتی ہے' محمد خان نے جس طرح قانون و انصاف کا خون ہوتے ہوئے دیکھا انسانیت کی توہین اپنی آنکھوں سے دیکھی اس کے ساتھ جو ظلم و ستم روا کھا گیا اس نے نفسیاتی رد عمل کے طور پر اسے ایک ایسا نظام قائم کرنے کی تحریک دی جسمیں کمزور اور طاقتور برابر ہو سکیں جہاں رشوت سفارش اور ٹیلی فونوں پر انسانی قسمت کے فیصلے نہ ہوں' ظالم کو کڑی سزا ملے اور مظلوم کو اس کا حق دلوایا جائے۔

اور پھراس نے اپنی الگ ریاست و عدالتیں قائم کرلی جہاں وہ زیادہ پڑھا ہوا نہیں تھا لیکن تجربے نے بہت کچھ سکھایا تھا اس نے اپنی الگ عدالتیں لگانا شروع کر دیں وہ لوگ جو جان کے دشمن تھے اس کے خوف سے لرزنے لگے پولیس آفیسر' تحصیل دار' دوسرے محکموں کے سربراہ اس کے پاس آیا کرتے اور پاس بیٹھ کر فیصلے کیا کرتے ہیں وہ محمد خان ان عدالتوں کا سربراہ اعلیٰ ہو کرتا تھا اس کے پاس سینکڑوں سپاہی ہوا کرتے جنہیں وہ خود بھرتی کیا کرتا انہیں باقاعدہ تنخواہ دی جاتی تھیں ہزاروں رضا کار تھے باقاعدہ مقدمات کا ریکارڈ رکھا جاتا تھا سب کاروائی عام عدالتوں کی طرح لکھی جاتی شہادتیں لی جاتیں مقدمات کی انکوائری کی جاتی وارنٹ جاری کئے جاتے اور مسلح سپاہی ملزموں کو پکڑ کر لایا کرتے تھے محرر تمام کاروائی نوٹ کرتا اس کے ساتھ علمائے کرام بیٹھا کرتے تھے تمام مقدمہ کی کاروائی سننے کے بعد و ہ قرآن و سنت کے روشنی میں جو فیصلہ دیا کرتے ہیں وہ ان پر دستخط کر کے اور اپنے سامنے عمل درآمد کرایا کرتا تھا سپاہیوں کے پاس اسلحہ ہوا کرتا تھا اگر کوئی شخص عدالت کا حکم ماننے سے انکار کر تا دیتا تو طاقت کے ذریعے اس پر عمل کرایا جاتا جب اس کی عدالتیں لگا کرتی تھی تو ارد گرد کے تھانے اجڑ گئے تحصیلیں سونی ہو گئی تھیں اور دوسرے انصاف مہیا کرنے والے ادارے بالکل ویران ہو گئے' چار سال تک متذکرہ علاقوں پر اسکا مکمل کنٹرول رہا وادی سون' تحصیل چکوال' تحصیل پنڈی' گھیب اور تلہ گنگ کے علاقوں میں اس کا سکہ جاری تھا اس کی اجازت کے بغیر ان علاقوں پرمشتمل ریاست میں چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی تھی ان علاقوں کی انتظامیہ بالکل بے کار ہو کر رہ گئی تھی یہ درست ہے کہ وہ 1963ء سے 1966 میں تک اپنی ریاست کا بے تاج باد شاہ تھا اس کی عدالتوں میں 302 کے علاوہ ہر قسم کے مقدمات پیش ہوا کرتے تھے 1964ء کے صدارتی انتخابات میں ملک امیر محمد خان کے کہنے پر اس نے علاقہ کے تمام بی ڈی ممبروں اور چیئرمینوں کے ووٹ صدر ایوب خان کو دلوائے تھے' 1965ء میں جب بھارت نے پاکستان سے جنگ شروع کی تو اس نے جنرل محمد موسیٰ اور صدر ایوب خان کو تار دی کہ اسے پانچ ہزار مجاہدین کو لے کر محاذ جنگ پر جانے کی اجازت دی جائے اسے اس تار کا جواب آیا ابھی انتظار کرو بعد میں جنگ بندی کے باعث اس کی یہ حسرت پوری نہ ہو سکی' اس کا اثر و رسوخ بہت زیادہ تھا اس کا نام ریاست کے راجے کے مترادف معانی اختیار کر گیا تھا اس کے پاس مظلوم لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی' یہاں تک کہ وہ صبح عدالت لگا کر بٹھ جایا کرتا اور رات گیارہ بجے تک مقدمات سماعت کرتا رہتا اس حالت میں رضا کاروں کا اس کے گرد جمع ہوجانا قدرتی بات تھی۔

اس سے انکار نہیں کہ ان کے پاس اسلحہ نہیں ہوتا تھا مگر لوٹا ہوا انہیں لائسنس کا کہیں کوئی ناجائز بھی ہوگا جس کی قسم نہیں کھائی جاسکتی، لوگ اس کے ایک اشارے پر کٹ مرنے کو تیار تھے وہ یہ عدالتیں سرکاری ریسٹ ہاؤس میں لگایا کرتا تھا جس پر اس نے قبضہ کر رکھا تھا اس کے نیچے

ایک تہہ خانہ بھی تھا جو خاص مقاصد کیلئے تھا، اس وقت کی پولیس اس سے بخوبی آگاہ تھی آخر عدالتوں کار یکارڈ بھی تو محفوظ کرنا ہوتا تھا اورفیصلوں کی دستاویزات کی حفاظت کا مسئلہ بھی تھا تہہ خانہ اسی کام کی حفاظت کیلئے استعمال کیا جاتا تھا، اسکے کارندوں کے پاس اسلحہ تو ہوا کرتا تھا اور حکومت کے افسران بھی اس بات سے آگاہ تھے اس کی عدالتوں اور الگ ریاست کے قیام سے حکومت بھی لاعلم نہیں تھی، اسکی عدالتوں کا نظام ٹھیک ٹھاک انداز سے چل رہاتھا چار سال کے طویل عرصہ میں اس کی ریاست سے رشوت کامکمل خاتمہ ہو گیا تھااکثر و بیشتر مقدمات جرمانے کیے جاتے تھے جرمانے کی رقم مدعی کو دے دی جاتی تھی، ہزاروں میں سے صرف تیس روپے رکھے جاتے تھے اس کٹوتی سے جو رقم اکٹھی ہوتی اس میں سے عدالت کے کارندوں کو تنخواہ دی جاتی تھی اور عدالتوں کا خرچہ پورا کیا جاتا تھا اس کے علاوہ علاقہ کے امیر کبیر افراد بھی اس کی خدمت کر جاتے اس لئے اس کی ریاست اور عدالتیں کبھی مالی بحران سے دوچار نہیں ہوئیں اس وقت اس کے پاس نئی شیور لیٹ کار تھی اور ذاتی استعمال کیلئے دو گھوڑے بھی تھے، اس کی عدالت کے قاضی عبدالرحمن نہایت عرق ریزی سے اسلام کی روشنی میں جرم کی نوعیت کے پیش نظر اپنے ساتھی قاضیوں سے مشورہ کر کے فیصلہ دیا کرتے تھے اس نے اس عرصہ میں دلیرانہ اور سنسی خیز فیصلے کیے، 1963ء سے 1966ء تک اس کی ریاست میں عدالتیں قائم رہیں دور دراز علاقوں کے کیس بھی اسکے سامنے پیش کیے جاتے رہے کہ وقت نے انگڑائی لی ملک امیر محمد خان اور صدر ایوب خان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گئے ملک امیر محمد خان نے گورنری سے استعفیٰ دے دیا، محمد خان کے مخالف عناصر نے صدر ایوب کو اس کے خلاف بھڑکا دیا اور حکومت کی پوری مشینری اس کے خلاف حرکت میں آ گئی، یہا سے وہ کہانی شروع ہوتی ہے جس کو اس کے مخالف گروپ نے ترتیب دیا تھا محمد خان کے عروج کو زوال آنے لگا اور تباہی اور بربادی کے اندھیرے اس کا تعاقب کرنے لگے

لیکن قدرت کو شائد کچھ اور منظور تھا میانوالی کا ایک بس ڈرائیور اسکے عشق میں گرفتار ہوگیا

زوال کی ابتداء ایوب خان ، محمد خان اس کے مخالف ہو گئے یہ اگست 1966ء کی بات ہے کہ انٹیلی جنس نے صدر ایوب خان کے کان بھرے کہ ملک امیر محمد خان، محمد خان کے ہاںاتھوں تمہیں قتل کرنے کی سازش کر رہا ہے صدر ایوب خان نے اس اطلاع پر یقین کرتے ہوئے آئی جی پولیس کو محمد خان کی فوری گرفتار کرنے کا حکم دے دیااس وقت ایس پی دل باز خان نے محمد خان کو عدالتیں لگانا چھوڑ دینے کا ہمدردانہ مشورہ دیا تاکہ حکومت مطمئن ہو سکے اس نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ حالات رخ بدل رہے ہیں عدالت نے تمام کارندوں کے حساب باق کرتے ہوئے وہ اپنا ڈیرہ چھوڑ کر ملتا ن چلا آیا ابھی اسے ملتان آئے ہوئے چند دن ہی ہوئے تھے کہ ملک امیر محمد خان اور محمد خان کے مخالف پولیس افسران کو حکم دیا گیا جس طرح بھی ہو محمد خان کو تلاش کر کے گولی سے اڑا دیا جائے۔ اسے بھی اس حکم کا علم ہو گیا وہ اپنی جان بچانے کیلئے بہاولپور چلا گیا اور بال بچوں کو سرگودہا میں ایک رشتہ دار کے ہاں بھیج دیا پولیس کی بھاری نفری اسکی گرفتاری کیلئے تعینات کر دی گئی تھی حتیٰ کہ سپیشل دستے تعینات کر دیئے گئے اب وہ باقاعدہ رو پوش ہو گیا اسے خطرہ تھا کہ اگر وہ پولیس کے ہتھے چڑھ گیا تو کبھی زندہ نہیں بچے گا پولیس نے اسکے رشتہ داروں اور جان پہچان رکھنے والوں کی وسیع پیمانے پر گرفتاریاں شروع کر دیں جب وہ پولیس کے ہاتھ نہ لگ سکا تو ایک نہایت اعلیٰ خفیہ اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ رو پوشی کی حالت میں کسی بھی طرح اسے پکڑ کر مار دیا جائے اور ملک امیر محمد خان کو اس کے قتل کے الزام میں گرفتار کر کے پابہ زنجیر کر دیا جائے۔ اس منصوبہ

کو عملی جامہ پہنچانے کیلئے یہ حربہ استعمال کیا گیا کہ اس کی ضعیف ماں سے ایک سادہ کاغذ پر انگوٹھا لگوا لیا گیا اس کاغذ پر بعد میں یہ لکھا گیا کہ ملک محمد خان کو ملک امیر محمد خان نے قتل کر دیا ہے اس حلفیہ بیان کی روشنی میں استغاثہ تیار کر کے عدالت کو دے دیا گیا جب محمد خان کو اس کا علم ہوا کہ ملک امیر محمد خان کی زندگی خطرے میں ہے اور حکومت انہیں اسکے قتل کے کیس میں الجھا کر سزا دینا چاہتی ہے تو اس سے برداشت نہ ہو سکا اس نے 27 جولائی 1967 کو رات کے 9 بجے خفیہ مقام سے فون کیا اس نے انہیں بتایا کہ کسی نے اسے قتل نہیں کیا وہ اپنی جان کی حفاظت کیلئے رو پوش ہے کیونکہ جن پولیس افسران کی نگرانی میں سپیشل پولیس کی گار دیں تیار کی گئی وہ سب اس کے جانی دشمن ہیں وہ پولیس مقابلہ کی کہانی گھڑ کے اسے ٹھکانے لگا دیں گے اس لئے وہ گرفتاری پیش نہیں کر رہا اگر غیر جانبدانہ پولیس مقرر کر دی جائے تو وہ خود بخود گرفتاری پیش کرے گا، اس کے بعد سید اکبر شاہ انسپکٹر پولیس کو سپیشل گارد دے کر محمد خان کی گرفتاری پر

مامور کر دیا گیا یہ ایک مخلص نیک کردار اور اچھا انسان تھا اس نے اس کی جانب اپنا ایک آدمی بھیجا اور گرفتاری پیش کرنے کیلئے جگہ اور تاریخ کا تعین کر دیا اور کہلوا بھیجا کہ وہ تھا لاوا میں واقع ڈھوک بشیر یکم اگست 1967ء کو دن دس بجے آکر اسے گرفتار کر لے اس کی گرفتاری کیلئے پورے ملک میں پولیس حرکت میں آ چکی تھی صرف وادی سون میں ا یس ایس پی عبداللہ خان اور ڈی آئی جی پولیس کی نگرانی میں تین ہزار سپاہیوں پر مشتمل پولیس گارد تعینات تھی خود آئی جی پولیس قریشی صاحب ہیلی کاپٹر پر وادی سون کے اوپر جکر لگاتے رہے تھے پورے ملک کے عوام کی دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں جو دن طلوع ہوتا لوگ بڑی بے تابی سے اخبار کھولتے اور سب سے پہلے محمد خان کی گرفتاری کی خبر تلاش کرتے' گیارہ ماہ کی روپوشی کیدوران پولیس سے اس کی جو آنکھ مچولی ہوتی رہی ہے ان میں سے چند واقعات کا بیان کرنا خالی از دلچسپی نہ ہو گا۔ ستمبر 1966ء سے یکم اگست 1967ء تک گیارہ ماہ تک پولیس کے ساتھ اس کی آنکھ مچولی جاری رہی شیور لٹ کار اس کے پاس تھی وہ اس کی نمبر پلیٹ تبدیل کر لی اور خود بھیس بدل کر پولیس کی نگاہوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتا جب وہ اپنے علاقے میں ہوتا تو مونچھیں رکھ لیتا جب لیہ یا کسی اور علاقہ میں جاتا تو مونچھیں صاف کر دیتا عام طور پر شلوار قمیض پہنتا تھا لیکن رو پوشی کے دوران میں پینٹ کورٹ' نکٹائی' ٹائی اور ہیٹ بھی استعمال کرتا تھا آنکھوں پر مختلف رنگوں کی عینک بھی لگالیتا' یعنی کہیں بھی جاتے ہوئے وہ مکمل طور پر اپنا حلیہ بدل لیا کرتا رو پوشی کے دوران 6 ماہ یزمان منڈی میں اس نے ایک اینٹوں کے بھٹے پر پناہ لئے رکھی ایک ماہ ملتان میں ہوٹل کا کمرہ کرایہ پر لے کر رہا تین ماہ میانوالی میں گزارے یہاں اس نے 30 روپے ماہانہ میں ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا جس کا خاص افراد کو علم تھا' اس طرح لیہ میں بھی اپنے قیام کیلئے اس نے ایک جگہ کرایہ پر لے رکھی تھی اور گرفتاری پیش کرنے سے قبل ایک ماہ ادھر ادھر بھاگ دوڑ میں گزرا' پولیس نے بہاولپور میں چھاپہ مار کر شاہ نواز آف حاصل پور کو گرفتار کر لیا حالانکہ اس سے اسکی کوئی شناسائی نہیں تھی خانیوال سے اسکے چچا بشی اور ملک جان بیگ کو پکڑ لیا' اس کی تلاشی کے دوران ہزاروں افراد کو حراست میں لے لیا ان میں سے ایک شخص بھی نہیں جانتا تھا کہ محمد خان کہاں رو پوش ہے پھر ان میں سے بعض افراد پر بے پناہ تشدد کیا گیا اور پولیس نے ہر ہتھکنڈا استعمال کیا تاکہ اسکا پتہ چلایا جا سکے' تھوہا محرم خان کے ڈیرہ سو افراد کے مکانوں کو پولیس نے لگا دی کہ ان سے محمد خان کے تعلقات تھے لیکن وہ اس کے کسی بھی کام میں شریک نہ تھے پولیس ان کو صرف اس لئے آگ کہتی کہ محمد خان کو لاکر پیش کر دو بھلا وہ اسے کہاں سے لاکر پیش کرتے اس طرح موضع ڈھرنال میں رہنے والے رشتہ داروں اور عزیزوں

کو گرفتار کر کے سخت اذیتیں دی گئیں پولیس نے شک و شبہ میں ہزاروں افراد کو گرفتار کر کے ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑے لیکن محمد خان کا سراغ نہ پا سکے' وہ بعض اوقات ان کے بیچ سے گزر جاتا انہیں بعد میں پتہ چلتا کہ محمد خان دھوکہ دے کر نکل گیا ہے اس بار پولیس کو علم ہوا کہ وہ میانوالی میں ہے اس نے نشاندہی کیے گئے راستوں کی ناکہ بندی کر لی محمدخان نے بھی بھیس بدلا پینٹ کوٹ پہنچا سر پر ہیٹ رکھا مونچھیں پہلے ہی صاف تھیں بڑی بے نیازی سے شیور لٹ کار میں بیٹھا اور پولیس کے پیچھے سے گاڑی نکال کر لیہ کی جانب نکل کھڑا ہوا' جب پولیس کو اس کے جانے کا علم ہوا تو وہ پیچھا کرتے ہئے لیہ پہنچ گئی وہاں پہنچ کر محمد خان نے اپنے کپڑے تبدیل کیے کار کی نمبر پلیٹ تبدیل کی اور منڈا چوک پہنچ کر پولیس کے بالکل سامنے کار روک دی نلکے سے وضو کیانمازپڑھی ایک دوکان سے چائے پی اور سیدھا لیہ شہر اپنے کرائے کے مکان میں آگیا یہ مکان اس نے جعلی نام سے لے رکھا تھا' پولیس کو شائد شک گزرا کہ محمدخان ان کے پاس سے ہو کر گزر گیا ہے بعد میں انہیں پتہ چلا تو اس کے ہاتھ کے طوطے اڑ گئے لیکن وہ اب ان کی زد سے بچ چکا تھا' اسی طرح ایک رات میں میانوالی دندے کے علاقے میں آیا رات گزارنے کے بعد صبح اسے میانوالی جاناتھا کسی طرح اس کے پروگرام کی اطلاع پولیس کو مل گئی پولیس افسران کیل کانٹے سے لیس ہو کر بھاری نفری کے ساتھ دندا شاہ بلاول تھانہ لاوہ کے لاری اڈا پر پہنچ گئے اور ہر طرف سے ناکہ بندی کر دی جب اسے پتا چلا کہ پولیس نے جانے کے تمام راستے بند کر رکھے ہیں اس نے گھر سے سفید ٹوپی والا برقعہ لیا عورتوں کے سینڈل لے کر پاؤں میں ڈالی شلوار اور کرتا پہلے ہی پہنا ہوا تھا پاؤں میں جرابیں تھی ایک مرد بوڑھی عورت اور پانچ سالہ بچی کو ساتھ لیا اور بس پر سوار ہونے کیلئے نکل کھڑا ہوا مر د کو اس کا خاوند ظاہر کیا گیا جب کہ بوڑھی عورت اس کی ساس بنی اور لڑکی بیٹی۔ واقعہ یہ بنایا کہ مرد اپنی بیوی اور ماں کے ساتھ اپنے گھر جا رہا ہے ساس اپنی بیٹی کو چھوڑنے کیلئے ساتھ جارہی ہے' اس علاقے کی روائت ہے کہ جب کوئی عورت برقہ پہن کر باہر نکلے تو مرداحتراماً منہ دوسری طرف پھیر لیتے ہیں چنانچہ محمد خان بیوی کے بھیس میں ٹھمک ٹھمک چلتا پولیس کے بیچ میں سے گزر کر میانوالی کی لاری پر سوار ہو گیا غضب یہ ہوا کہ اسے اور اسکے خاوند کو ڈرائیور کے بالکل پیچھے سیٹ ملی اب یہاں اور دلچسپ المیہ ہوا کہ ڈرائیور کے آگے جو شیشہ لگا ہوا کرتا ہے اس میں سے اس کی آنکھیں دے رہی تھی ڈرائیور سوچا بڑی اونچی لمبی اور خوبصورت عورت گاڑی میں آ بیٹھی ہے گاڑی چلاتے ہوئے بھی وہ بار بار اس کی جانب دیکھ رہا تھا اور اسے دامن محبت میں گرفتار کرنے میں خاطر الٹی سیدھی حرکتیں کرنے لگ گیا یہ نظارہ اسکے عجیب و غریب تاثر رکھتا ہے

ڈرائیور اس کے عشق میں اتنا کھو گیا ایک دو دفعہ بس دوسری بس سے ٹکر ہوتے ہوتے بچی' اس نے سوچا کہ اگر اسی طرح یہ کرتا رہا تو کہیں بس دے مارے گا سواریوں کو جو نقصان ہو گا وہ اپنی جگہ وہ یقیناًگرفتار ہو جائیگا۔ اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ وہ ڈرائیور کو اسے گھور کر دیکھنے سے منع کرے چنانچہ اس کے ٹوکنے پر ڈرائیور کو چین آ گیا۔ جب ایس ایس پی عبداللہ اور ڈی آئی جی بنگش کو اس بات کاعلم ہوا کہ صدر ایوب کے کہنے پر اکبر شاہ کو اس کی گرفتاری پر ماموکر دیا گیا ہے تو انہیں بہت برا لگا انہوں نے اکبر شاہ پر پابندی لگا دی اور اسے نظربند کر دیا' اکبر شاہ کے متعمد ساتھیوں کو ڈھوک شیر کا علم تھا یہ پولیس افسران ہزاروں سپاہیوں کو لے کر یکم اگست 1967ء دن گیارہ بجے ڈھوک شیر میں پہنچ گئے اور اپنی پوزیشنیں سنبھال لیں ڈھوک شیر ایسا علاقہ ہے جہاں چھوٹے چھوٹے نالے' کھائیاں اور پہاڑیاں ہیں ایس ایس پی عبداللہ نے آتے ہی اسے گرفتاری کو کہا وہ اس وقت دھوتی اور بنیان پہنے ہوئے تھا وہ جب سے رو پوش تھا اس کے پاس ہینڈ گرینڈ' تہہ کی جانیوالی

رائفل' ریوالور اور ڈھیر ساری گولیاں تھی جنہیں وہ ایک صندوق میں بند رکھتا تھا' ایس ایس پی عبداللہ نے کہ محمد خان ہاتھ کھڑے کر دو اور خود کو گرفتاری کیلئے پیش کر دو پولیس نے چاروں طرف سے تمہیں گھیر لیا ہے اب تم کسی صورت نہیں بچ سکتے' اس جواب میں اس وقت بالکل خالی ہاتھ ہوں اکبر شاہ کو بھیجو کہ مجھے گرفتار کر لے یہ سنتے ہی ایس پی عبداللہ نے فائر کھول دیا وہ اس وقت بالکل نہتا تھا پہلی گولی اس کی چھاتی میں لگی اس نے بھاگ کر بیٹھک سے تہہ بند لیا جہاں گولی لگی وہاں باندھا گھنی جھاڑیوں کے درمیان گہری کھائی میں جا چھپا پولیس نے چاروں طرف سے گھیرا ڈال رکھاتھا حتیٰ کہ شام کے ساڑھے پانچ بج گئے اگر پولیس کو علم ہوتا کہ وہ واقعی ہی خالی ہاتھ ہے تو وہ لازمی طور پر گھیرا تنگ کرتے ہوئے اسے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جاتے لیکن پولیس کو خدشہ تھا کہ اس کے پاس ہینڈ گرینیڈ آتشیں اسلحہ اور دوسرا تباہ کن سامان موجود ہے وہ اس لئے آگے نہ بڑھ سکے جب انہوں نے دیکھا کہ وہ کسی طرح اسے گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے

اسکی پھانسی کے تمام انتظامات مکمل تھے جلاد کو بھی بلا لیا گیا مگر۔۔۔

-